© rasailojaraid.com

نقد و بحث

مولانا برق التوحیدی

اشتراک فی القتل

(بسلسلہ تعزیرات اسلام) قسط (۶)

محترم قارئین کرام اس سے قبل آپ مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کرنے کے متعلق پڑھ چکے ہیں، اب ہم اسی قسط کے ساتھ متعلق دوسرے مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ اگر ایک قتل میں متعدد آدمی ملوث ہوں تو کیا ان میں سے ایک کو قتل کیا جائے گا یا تمام کو ——— لیکن اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی کو متعدد افراد مل کر برضا و رغبت قتل کرتے ہیں، دوسری یہ کہ ایک آدمی کو دوسرا مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں آدمی کو قتل کر دے اور وہ کرہاً قتل کر دیتا ہے تو کیا دونوں پر قصاص ہو گا یا صرف آمر یا مامور پر ؟

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو تقریباً ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایک کے بدلے تمام کو قتل کیا جائے گا۔ البتہ اہل ظاہر اس کے خلاف ہیں، علامہ ابنِ قدامہ فرماتے ہیں کہ:

"وجملۃ ان الجماعۃ اذا قتلوا واحدا فعلیٰ کل واحد منھم القصاص اذا کان کل واحد منھم لو انفرد بفعلہ وجب علیہ القصاص روی ذالک عن عمرؓ و علی والمغیرۃ بن شعبۃ وابن عباس وبہ قال سعیدؒ بن المسیب والحسن وابو سلمۃ و عطاء و قتادۃ وھو مذھب مالک والثوری والاوزاعی والشافعی وابی ثور واصحاب الرائی۔" (مغنی ص ۳۶۶ ج ۹)

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں "ولنا اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنھم"۔ یعنی اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس قتل میں تمام اہلِ صنعاء شریک ہوتے تو بھی میں تمام کو قتل کروا دیتا ——— تو کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اعتراض نہ کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کے بدلے تین کو قتل کیا اور اسی طرح ابن عباسؓ نے ایک قتل میں ملوث متعدد افراد کو قتل کروا دیا تھا لیکن کسی صحابی نے اس کا انکار نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ایک کے بدلہ میں متعدد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملوث افراد کو قتل کیا جائے گا۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا جو عمل سنن دار قطنی اور بیہقی وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ترمذی میں حضرت ابو سعید، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"لو ان اهل الارض اشتركوا فى دم مومن لاكبهم الله فى النار"۔

اس کا بھی تقاضا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آخرت کے بدلہ میں تمام کو عذاب دے گا دنیا میں بھی ان تمام پر حد کا اجراء ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وقد سمعت عددا من المفتين وبلغني عنهم انهم يقولون اذا قتل الرجلان او الثلاثة او اكثر الرجل عمدا فلوليه قتلهم معا" (کتاب الام ص۱۹۵ ج ۶)

امام ابوبکر رازیؒ "ومن يقتل مؤمنا متعمدا" کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

"ولا خلاف ان هذا الوعيد لاحق بمن شارك غيره فى القتل وان عشرة لو قتلوا رجلا عمدا الكان كل واحد منهم داخلا فى الوعيد قاتلا للنفس يلزمه من الكفارة ما يلزمه المنفرد من القتل" (احکام القرآن ص۱۷۰ ج ۱)

علامہ ابن رشدؒ اسی مسئلہ پر تفصیلی نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"فان جمهور فقهاء الامصار قالوا تقتل الجماعة بالواحد منهم مالك وابو حنيفة والشافعى والثورى واحمد وابو ثور وغيرهم سواء كثرت الجماعة او قلت وبه قال عمرؓ حتى روى انه قال لو تمالأ عليه اهل صنعاء لقتلتهم جميعا۔" (بدایۃ المجتہد ص۲۹۹ ج ۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اذا اشتركوا فى قتله وجب القود على جميعهم باتفاق الائمة الاربعة"!

(فتاوی ص۱۳۹ ج ۳۴)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہاء و محدثین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اسی طرف گئے ہیں کہ اگر چند آدمی مل کر کسی کو قتل کر دیں تو قصاصاً ان تمام کو قتل کیا جائے گا۔ البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ قصاص میں مساوات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضروری ہے۔ اب یہاں جب مساوات نہیں لہذا قصاص میں جمیع کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے لیکن یہ بات اس وجہ سے درست نہیں کہ اس حکم کا جو پس منظر ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب ایک کے بدلے متعدد افراد کو محض قبائلی تعصب اور فخر کی وجہ سے قتل کر دیتے تھے خواہ کوئی شخص قتل میں ملوث ہوتا یا نہ — تو اسلام نے آکر اس ناانصافی کو ختم کرتے ہوئے یہ اصول بنایا کہ جو افراد قتل میں ملوث ہوں صرف انہی کو قتل کیا جائے خواہ وہ کوئی ہوں لیکن کسی دوسرے کو قتل نہ کیا جائے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ :

"والجواب ان المراد بالقصاص فی الآیۃ قتل من قتل کائناً من کان رداً علی العرب التی کانت ترید ان تقتل بمن قتل من لم یقتل وتقتل فی مقابلۃ الواحد مائۃ افتخاراً واستظھاراً بالجاہ والمقدرۃ فامر اللہ سبحانہ بالعدل والمساواۃ وذلک بان یقتل من قتل" الخ (تفسیر قرطبی ص۲۵۱ ج ۲)

لیکن تعجب ہے کہ احناف یہاں تو مساوات کی پروا نہیں کرتے لیکن ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مساوات کے اصول کو بنیاد بنا کر انکار کر دیتے ہیں جبکہ مماثلت من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتی علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں :۔

"حتی لو قتل جماعۃ واحداً یقتلون بہ قصاصاً وان یکن بین الواحد والعشر مماثلۃ لوجود مماثلۃ الفعل"۔ (البدائع والصنائع ص۴۶۲۳ ج ۱۰)

حصولِ مقصد

اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے ضمن میں قصاص کا جو فلسفہ اور حکمت بتائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ حصول مقصد کے لئے تمام ملوث افراد پر حد قائم کی جائے یقیناً اگر ایسا نہ کیا جائے تو ان وارداتوں میں ناقابل تصور اضافہ ہونا عین ممکن ہے اور ایسی خانہ جنگی یا جاہلیت کی لڑائیوں کا قصہ طولانی شروع ہو جائے گا کہ ختم ہونے کو نہ آنے کے ساتھ اسلامی حدود کا تعطل بھی واضح ہو جائے گا۔ لہذا ان امور کا تقاضا یہ ہے کہ تکمیل مقصد کے لئے ایک قتل میں ملوث تمام افراد کو مساوی سزا دی جائے۔ علامہ قرطبیؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :

"فلو علم الجماعۃ انھم اذا قتلوا الواحد لم یقتلوا لتعاون الاعداء علی قتل اعدائھم بالاشتراک فی قتلھم وبلغوا الامل من التشفی ومراعاۃ ھذہ القاعدۃ اولی من مراعاۃ الالفاظ واللہ اعلم" (قرطبی ص۲۵۲ ج ۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ کاسانی حنفی اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"واحق مایجعل فیہ القصاص اذا قتل الجماعۃ الواحد لان القتل لا یوجد عادۃ الا علی سبیل التعاون والاجتماع فلو لم یجعل فیہ القصاص لانسد باب القصاص اذ کل من رام قتل غیرہ استعان بغیرہ یضمہ الی نفسہ لیبطل القصاص عن نفسہ وفیہ تفویت ماشرع لہ القصاص وھو الحیاۃ" (البدائع ص ۲۳۸ ج ۱۰)

یعنی اگر ایسا نہ کیا جائے تو قصاص کا اصل مقصد جو بقائے زندگی ہے وہ فوت ہو کر رہ جاتا ہے یہی نہیں بلکہ مسئلہ قصاص بھی باطل ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ضروری ہے کہ منشائے شریعت کے مطابق ایک قتل میں ملوث تمام افراد کو قتل کیا جائے تاکہ ایسے جرائم کا انسداد ممکن ہو۔ وگرنہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ جماعت کی آڑ میں قتل واحد کا ارتکاب کریں گے۔ اور زمین میں ایک ختم نہ ہونے والا فساد برپا ہوگا اور زندگی کا بقا مشکل ہو جائے گا۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ:

"فانہ مفہومات القتل انما شرع لنفی القتل کما نبہ علیہ الکتاب فی قولہ تعالیٰ "ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب" واذا کان ذلک کذلک فلو لم تقتل الجماعۃ بالواحد لتذرع الناس الی القتل بان یتعمد وا قتل الواحد بالجماعۃ" (بدایۃ المجتہد ص ۳۰۰ ج ۲)

دوسری صورت

اس صورت کے دو جز ہیں اول صرف یہ کہ جسے مجبور کیا گیا ہے اس پر حد ہوگی یا نہیں دوم یہ کہ اکراہ کب متحقق ہوتا ہے یعنی مجبوری کا تعین۔

جہاں تک پہلے جزء کا تعلق ہے اس میں شوافع، مالکیہ اور حنابلہ تقریباً متفق ہیں کہ قصاص دونوں پر ہوگا کیونکہ آمر نے حکم دیا ہے اور مامور نے براہ راست اس فعل کا ارتکاب کیا ہے البتہ بعض شوافع کا قول یہ بھی ہے کہ قصاص صرف آمر پر ہوگا مامور پر نہیں۔ جس کو علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے تفصیلاً ذکر کیا ہے اس قول کو ذکر کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:۔

وقیل القصاص علی المکرہ بالکسر اما المکرہ بالفتح فلا قصاص علیہ لقول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ ولانہ کالآلۃ فی ید المکرہ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۸۵ ج ۵)

یعنی اکراہ اور جبر کی صورت میں مامور صرف آلہ کی حیثیت سے ہوتا ہے اب حاکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور آمر اسے جیسے چاہے استعمال کر سکتا ہے جس کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی۔

یاد رہے کہ اس قول کو علامہ جزیری نے بصیغہ مجہول ذکر کیا ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے یہ قول شوافع کا محقق اور اصل قول نہیں لیکن آگے چل کر بصیغہ معروف فرماتے ہیں کہ:

قال الشافعیۃ لا یجوز للمکرہ بالفتح الاقدام علی القتل المحرم لذاتہ وان لم یجب علیہ القصاص بل علیہ الاثم یوم القیامۃ الخ (ایضاً ص ۲۸۹ ج ۵)

یعنی شوافع سے دو روایتیں منقول ہیں اب فقہ شافعیہ کی مفصل و مستند فقہی کتابوں کی عدم موجودگی میں یہ فیصلہ کرنا ہمارے لیے مشکل ہے کہ صحیح اور راجح قول کون سا ہے اس کم مائیگی پر ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں اور اہل ثروت احباب جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کی لائبریری کو ایسی کتابوں کا عطیہ دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں تاکہ اس قسم کا دینی اور جماعتی کام باحسن انداز سر انجام دیا جا سکے۔

ہاں البتہ علامہ جزیری ہی کے پیش کردہ مواد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرا قول (یعنی عدم قصاص) راجح اور معتبر ہے کیونکہ ایک صورت کے ضمن میں موصوف نے شوافع سے دو صورتیں ذکر کی ہیں اور آخر میں نقل فرماتے ہیں کہ "والاظہر عدم القصاص" جبکہ یہ صورت مذکورہ مسئلہ سے اہون ہے یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ مجھے قتل کردو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا تو کیا قاتل پر قصاص ہوگا یا نہیں، جبکہ قتل اذن سے مباح نہیں ہوتا جیسا کہ زنا وغیرہ ہے اس کے بعد متصلاً موصوف نقل فرماتے ہیں کہ:۔

وَلَوْ اَمَرَ السُّلْطَانُ شَخْصًا بِقَتْلِ اٰخَرَ ظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْمَامُوْرُ لَا يَعْلَمُ ظُلْمَ السُّلْطَانِ وَلَا خَطَاءَهُ وَجَبَ الْقَوَدُ وَالدِّيَةُ وَالْكَفَّارَةُ عَلَى السُّلْطَانِ فَقَطْ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْمَامُوْرِ لِاَنَّهُ اٰلَتُهُ وَلَا بُدَّ مِنْهُ فِي السِّيَاسَةِ (ایضاً ص ۲۹ ج ۵)

یعنی اصل مسئلہ کی صورت میں مامور صرف آلہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے کفارہ اور حد وغیرہ آمر پر ہوگی نہ کہ مامور پر — بالخصوص ایسے معاملات سیاسی حریفوں کے ساتھ ہوتے ہی رہتے ہیں یعنی حاکم اپنی سیاست کے پیش نظر اگر رعیت کے کسی آدمی سے مجبوراً قتل کروا دے تو حد حاکم پر ہوگی کیونکہ رعیت تو حاکم بالخصوص جابر حاکم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

احناف علامہ جزیری فرماتے ہیں کہ آمر (یعنی جو کسی کو قتل پر مجبور کرتا ہے) پر ہوگی مامور پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجبور پر نہیں البتہ اسے تعزیری سزا ہوگی اور صحیح بات بھی تقریباً یہی معلوم ہوتی ہے کہ مامور پر بالکل حد نہ لگائی جائے کیوں کہ فرمان الٰہی ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرہ)

....إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔ الآیۃ (النحل)

یعنی اگر انسان محض اکراہ و جبر کی بنا پر کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے اور مذکورۃ الصدر حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مجبور شخص پر کسی قسم کی حد نہیں البتہ اب یہ مسئلہ باقی ہے کہ اکراہ کونسا معتبر ہے اور وہ کب متحقق ہوتا ہے۔ دراصل یہ بات حالات پر منحصر ہے یعنی آمر اور مامور دونوں کے حالات پر۔ کیونکہ بعض اوقات انسان مالی طور پر مجبور ہو سکتا ہے کبھی اولاد اور کبھی ذاتی حیثیت سے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ جزیری نے شوافع کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

وَإِنَّمَا يَكُونُ الْمَأْمُورُ مُكْرَهًا بِالْفِعْلِ إِذَا كَانَ لَا يُمْكِنُهُ الْمُخَالَفَةُ كَخَوْفِ قَتْلٍ مِنَ الْآمِرِ أَوْ قَطْعِ عُضْوٍ أَوْ قَتْلِ وَلَدٍ فَإِنْ لَمْ يَخَفْ اقْتُصَّ مِنْهُ وَحْدَهُ دُونَ الْآمِرِ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۱۹ ج۵)

اسی طرح صفحہ ۲۸۰ ج ۵ پر رقم طراز ہیں:

والاکراہ لا یتم الا بالتخویف بالقتل او باتلاف ما یخاف علیہ التلف من الاعضاء کالقطع والضرب الشدید وقیل یحصل الاکراہ بما یحصل بہ الاکراہ علی الطلاق من انواع التہدیدات۔

یعنی قتل کی دھمکی مال و اعضا کے اتلاف کا خطرہ یا دیگر تخویف اور ڈرانے دھمکانے کے جو بھی مروجہ طریقے ہوں وہ اکراہ کے ضمن میں آتے ہیں اور ان مختلف طریقوں کے ساتھ جس کو بھی اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ کسی کو قتل کر دے تو اس کے ارتکاب پر اسے قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ حد اس پر جاری ہوگی جس نے اسے حکم دیا اور ڈرایا دھمکایا اور مجبور کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام حنفی نے شرح ہدایہ میں اکراہ کی مفصل بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ان الاکراہ نوعان نوع یعدم الرضا ویفسد الاختیار وذلک بان یکون بقتل او بقطع عضو وھو الاکراہ الملجئ (فتح القدیر ص۲۹۳ ج۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی اکراہ کی متعدد اقسام میں سے اکراہ ملجیٔ وہ ہے جس سے رضا ختم اور اختیار فاسد ہو جائے اور اس کا تحقق قتل یا قطع عضو وغیرہ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ ایسے اکراہ کا مصداق قاتل قابلِ حد نہیں بلکہ حد حاکم اور آمر پر ہو گی جس نے اس کو مجبور کیا ہے۔

تفریعات

(۱) قاضی بشیر احمد صاحب نے دفعہ ۳۰۲، شرائط موجب قصاص کے ضمن میں شرط نمبر ۳ کے تحت لکھا ہے کہ:

"اگر قتل کرنے میں ایک سے زائد افراد شریک ہوں تو ان میں ایسا آدمی شریک نہ ہو جو اگر اکیلا جرم قتل کا مرتکب ہوتا تو اس کو قصاص کی سزا نہ دی جا سکتی" (ص ۱۵۳ ج ۸۹ ترجمان القرآن)

محترم قارئین کرام آپ کو یاد ہو گا سابقہ قانونِ سرقہ کے ضمن میں ہم بارہا اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ ایسی تفریعات سے دراصل جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے نہ کہ جرائم کا انسداد —— لہٰذا ایسے مخرب الاخلاق اور فساد فی الارض کے مصداق مضامین کا سلسلہ سیٹہ بند ہونا چاہیے لیکن نہ معلوم عشاقِ فقہ حنفی کے کانوں پر جوں تک کیوں نہیں رینگتی —— اور کتنے دکھ اور درد کی بات ہے کہ تعلیماتِ نبویہ کی پروا کیے بغیر بڑی دیدہ دلیری سے ایسے مضامین کی اشاعت جاری ہے۔

اور ایسے مضامین سے حیلہ سازی کی راہ ہموار ہوتی جو ابطال حدود پر منتج ہوتی ہے۔ اب کوئی صاحب خرد و دانش اس بات پر صاد نہیں کر سکتا کہ تین آدمی ایک شخص کو قتل کرتے ہیں اور ساتھ ایک بچے کو شامل کر لیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان تمام پر حد قصاص جاری نہیں ہو گی یا کسی اور مرفوع القلم کو شامل جرم کر لیتے ہیں تو ان تمام سے حد رفع ہو جائے گی؟ ہرگز اور ہرگز نہیں عقل سلیم اس کا ابا کرتی ہے کہ اس طرح تو جرائم بڑھیں گے اور قصاص کی غرض و غایت بقائے زندگی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسی صورت میں مکلف سے تو قصاص لیا جائے البتہ غیر مکلف کو زیادہ سے زیادہ تعزیری سزا دی جا سکتی ہے اور یہی مسلک قرین شریعت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

ولو ان رجلا قتل رجلا وقتله معه صبي او مجنون او حربي او من لا قود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ بحال فمات من ضربهما معًا فان کان ضربهما معًا بما یکون فیه القود قتل البالغ وکان علی الصبی نصف الدیة فی ماله وکذلك المجنون۔ (کتاب الام ج ۶ ص ۲۴)

یہی مسلک مالکیہ کا ہے علامہ جزیری فرماتے ہیں کہ:۔

قالوا (المالکیة) اذا شارك بالغ عاقل مسلم صبیًا فی قتل رجل معصوم الدم علی التابید فانه یجب قتل الکبیر دون الصبی ان تما لأمعا علی قتله و یجب علی عاقلة الصبی نصف الدیة (الفقه علی المذاهب الاربعة ج ۵ ص ۲۹۳)

شوافع اور حنابلہ کے تحت فرماتے ہیں:

قالوا اذا اشترك فی قتل النفس عامد و مخطیٔ او مکلف وغیر مکلف مثل عامد وصبی او عاقل او مجنون ..... فانه یجب قتل العاقل المکلف و یجب نصف الدیة علی عاقلة الصبی والمجنون (ج ۵ ص ۲۹۴)

البتہ علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں امام احمد سے دو قول نقل فرمائے ہیں اور لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ، امام احمد کے علاوہ حسن، اسحاق اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے کہ ان تمام سے حد قصاص ساقط ہو جائے گی نیز ایک قول امام شافعی کا بھی یہی ہے۔

تفریع ۲/۲ قاضی موصوف دفعہ ۲/۲ کی تمثیل ۵ میں فرماتے ہیں کہ اگر (انسان کے ساتھ قتل کرنے میں سانپ وغیرہ یا کوئی درندہ شریک ہو) تو شرکائے قتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

اس تفریع کی دراصل دو شکلیں ہیں اول یہ کہ آدمی کسی شخص کو مارتا ہے لیکن اتفاقاً کوئی درندہ بھی مضروب پر حملہ آور ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ جس کا فعل موت کا سبب بنا ہے اگر انسان کا فعل سبب حقیقی ہے تو قصاص ہو گا ورنہ نہیں — دوم یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ درندہ یا سانپ وغیرہ اس غرض سے رکھتا ہے کہ کسی پر بوقت ضرورت حملہ کر کے اسے قتل کیا جا سکے اور وہ اسے استعمال کرتا ہے یا ویسے ہی درندہ کے تعاون سے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو ایسی صورت میں قصاص ہو گا کیونکہ سانپ یا کوئی اور درندہ وغیرہ ایسی صورت میں محض آلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ولو ضربه رجل بسیف وضربه اسد او نمر او خنزیرا و سبع ما کان ضربة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان كانت ضربة السبع تقع موقع الجرح فى ان يشق جرحها فيكون الاغلب ان الجرح قتل دون الثقل فعلى القاتل القود الا ان ورثته الدية فيكون لهم نصفها وان كانت ضربة لا تلهد ولا تقتل ثقلا كما يقتل الشدخ او الخشبة او الحجر الثقيل فلا يجرح فلا قود عليه الخ (كتاب الام ص ۳ ج ۶)

علامہ جزیری شافعیہ اور حنابلہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

وكذا يقتل شريك السبع والحية القاتلين غالبا فى قتل من يكافئه (ص ۲۹۲ ج ۵)

اسی طرح مالکیہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ:

ومن شارك سبعا فى قتل انسان عمدا كان عقرة سبع .... ومن جرح نفسه جرحا ينشأ عنه الموت غالبا .... ومن شارك حربيا ...... قالوا يجب القصاص على هؤلاء المكلفين الذين شاركوا غير مكلفين فان عقر السبع غير معتبر فى الدنيا ولا فى الآخرة الخ (الفقه على المذاهب الاربعة ص ۲۹۳ ج ۵)

البتہ احناف کے نزدیک ہے کہ ایسے شخص سے قصاص ساقط ہو جائے گا جیسا کہ ردالمحتار میں درج ہے لیکن یہ بات بھی محض ابطال حدود کے مترادف ہے اور فطرت سلیمہ اس کا انکار کرتی ہے کہ ایسے تو ہر شخص دوسرے کو ایسے غیر مکلفین کے ذرائع و اسباب بروئے کار لا کر قتل کر دے گا اور جرائم بڑھ جائیں گے کیونکہ اس سلسلہ میں اصل الاصول بات یہ ہے کہ کسی غیر مکلف کی شمولیت سے حد ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ ہم پہلی اقساط میں واضح کر چکے ہیں۔

تفسیر الخازن مع النسفی

الترتیب والبیان عن تفصیل آی القرآن، تفسیر روح البیان، احکام القرآن للجصاص، شرح شذور الذہب فی معرفۃ کلام العرب، اعلام الموقعین لابن قیم، منہاج السنۃ لابن تیمیہ، الحاوی للفتاوی للسیوطی، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، التاریخ، الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر مکی۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ۔ علاوہ ازیں بے شمار عربی اردو کتب کا ذخیرہ آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرماویں۔

عبدالرحمٰن عاجز، مالک رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد۔

© rasailojaraid.com